OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 www.arjish.com ISSN (PRINT): 2707-1200
DOI: https://doi.org/10.53575/u12.v5.04(21)140-156

الہامی کتب میں طرز خطاب: تجزیاتی و تقابلی مطالعہ

Style of Speech in Divine Books: Analytical and Comparative Study

Dr. Amber Ghani
Assistant Professor, Bahria University Karachi Campus, Karachi.
Email: amberghani.bukc@bahria.edu.pk

Dr. Abdul Qadir
Head Department of Islamic Studies, Bahria University Karachi Campus, Karachi.
Email: abdulqadir.bukc@bahria.edu.pk

Received on: 13-10-2021 Accepted on: 14-11-2021

Abstract

Speech is the style of communication between humans. Whenever they want to deliver their message, they call another person. For this, Allah has provided human with special types of speeches through Holy prophets and Holy books. Aim of this research to find out various ways of speech used in Psalm, Old Testament, New Testament, (Bible as compiled form) and Holy Quran. Comparison shows that all Holy books consists of exemplary speech, observational speech, and stories. Meanwhile each book has its own style of speech too. Like in Psalm, its poetic and emotionally sensitive style, makes it unique among others. on the other hand, Torah has special and descriptive speeches. Bible mainly sketches character and have promotion and reminder style of speeches. By using comparative research methodology, it can be concluded that Holy Quran, last and the complier of all the books, has its exclusive quality of speech. Its speeches have beautiful verses and sweet melody. Having same literal style as in Holy books before Holy Quran, it has separately used logical and general speech. By analysing the ways taught by Holy Quran, one can easily upgrade his own speech. That is how Allah has not only delivered His speech but also teaches human to speak gently, precisely, logically and politely.

Keywords: speech, Holy books, Torah, Psalm, Bible, Holy Quran

تعارف:

کرہ ارض پر موجود مذاہب میں سے کچھ ایسے ہیں جن کو الہامی و آسمانی مذاہب کہا جاتا ہے۔الہامی مذاہب میں قوموں کی ہدایت کے لئے انبیاء مبعوث کیے جاتے رہے ہیں۔انبیاء نے تعلیمات وہدایات اپنی اقوام کی ضرورت کے تحت پہنچائی ہیں۔اسی تناظر میں ہر مذہب میں اس زمانے کے اعتبار سے خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ یہ خصوصیات وقتی یا دائمی ہو سکتی ہیں۔ان خصوصیات میں سے ایک خصوصیت اس مذہب کا اپنے پیروکاروں کو پیغام پہنچانے کا منفرد اسلوب ہے۔آسمانی اور الہامی مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تعلیمات سے کتاب کی صورت میں نوازا یہ کتابیں توریت، زبور، انجیل اور قرآن مجید ہیں اور ان کو مجموعہ علوم بھی کہا جاتا ہے [1]۔ان کتب میں موجود کچھ نظریات و

عقائد اور عبادات کا طریقہ مشترک رہا ہے۔ جیسے عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت اور عقیدہ آخرت جن پر ایمان و یقین رکھنا نجات کا ذریعہ ہے لیکن کچھ نظریات و عقائد ایسے ہیں جن میں وہ دیگر مذاہب سے مختلف سوچ و فکر رکھتے ہیں مثلاً عقیدہ ختم نبوت ۔ ان نظریات و عقائد کو پہنچاتے وقت اسلوب خطاب کا خیال رکھا گیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ خطاب سے مراد کیا ہے؟ خطاب کی اہمیت کیا ہے؟ آسمانی کتب طرز تخاطب کیا رہا ہے؟ اس خطاب کا انسانی نفسیات پر کیا اثر رہا ہے؟ آیا تمام آسمانی کتب میں مشترکہ انداز خطاب اختیار کیا گیا ہے یا ان میں اختلاف موجود ہے؟ اس مقالے میں ان سوالات کے جوابات تقابلی و تجزیاتی تناظر میں پیش کیے گئے ہیں۔

سابقہ کام کا جائزہ:

قرآن حکیم اور دیگر آسمانی کتب کے انداز خطاب سے متعلق تقابلی کام اب تک سامنے نہیں آیا ہے۔ قرآن حکیم کے انداز خطاب کے لئے بنیادی طور پر علوم القرآن کی کتب سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم کے انداز خطاب سے متعلق اگر کسی نے خاطر خواہ ضمنی کام کیا ہے تو وہ علامہ جلال الدین السیوطی نے کیا ہے جن کی کتاب ''الاتقان فی علوم القرآن''[2] ہے۔ اس کے علاوہ علوم القرآن سے متعلق ایک اور قدیم اور بنیادی کتاب ''البرھان فی علوم القرآن''[3] میں علامہ زرکشی نے بھی انداز خطاب سے متعلق چیدہ چیدہ عنوانات کو جمع کیا ہے۔ قرآن حکیم کا اسلوب بیان کس طرح انسانی نفسیات پر اثر ڈالتا ہے اس بارے میں سید قطب شہید کی کتاب ''التصویر الفنی فی القرآن''[4] معاون کتب میں شمار کی جا تی ہے۔

صرف قرآن مجید کے انداز خطاب سے متعلق حال ہی میں ضخیم و مفصل مقالہ ۲۰۱۴ء میں جامعہ ام القریٰ کے استاد ڈاکٹر نجیبہ غلام نبی نے ''الخطاب فی القرآن الکریم'' کے عنوان سے تحریر کیا ہے[5]۔ جبکہ جرمن سے انگریزی میں مترجم کتاب Basic Forms of Prophetic Speech میں عہد نامہ قدیم میں موجود خطابات پر مفصل بحث کرتے ہوئے تین طرح کے انداز خطاب کا ذکر کیا گیا ہے[6]۔ Claus Westermann نے اس کتاب میں عہد نامہ قدیم سے حوالے دیتے ہوئے اپنے مدعے کو بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ انجیل پر بیانیہ انداز یا اجزائے کلام پر کام ہوا ہے جیسا کہ International Journal of English Linguistics میں ریاض ال آمیدی[7] نے انجیل کے انداز کلام کو موضوع بحث بنایا ہے۔ مگر خصوصی طور پر خطاب سے متعلق تحریر ناپید ہے۔

اسلوب تحقیق:

اس مقالے کی تحریر میں تجزیاتی و تقابلی منہج تحقیق اختیار کیا گیا ہے۔ جس کے لئے الہامی کتب کو بنیادی ماخذ بناتے ہوئے ان پر کئے گئے گذشتہ کام سے رہنمائی حاصل کی گئی ہے۔ تورات، انجیل و قرآن مجید سے استفادہ کرتے ہوئے انداز خطاب کی تقسیم کی گئی ہے اور اس کے بعد ان کا تجزیاتی و تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

خطاب معنی و مفہوم:

خطاب انسانی ادب و حیات میں رابطہ کا اہم ذریعہ ہے۔ روابط کا درست ہونا کافی حد تک انداز خطاب پر منحصر ہے۔ چنانچہ یہ جان لینا ضروری

ہے کہ خطاب بحیثیت ایک لفظ کے کن معنوں کو پیش کرتا ہے۔ لغوی اعتبار سے خطاب عربی کے لفظ خطب سے ماخوذ ہے جس کا مطلب باہم گفتگو کرنا ہے۔[8] گویا کہ لغت کے اعتبار سے خطاب حقیقی گفتگو کا عکاس ہے۔امام راغب اصفہانی نے خطب کے لغوی معانی یوں بیان کیے ہیں:

''الخطب والمخاطبة والتخاطب المراجعة فی الکلام و منہ الخطبة والخطبة تختص بالموعظة۔''[9]

''الخطب المخاطبۃ والتخاطب باہم گفتگو کرنا، ایک دوسرے کی طرف بات لوٹانا اسی سے خطبۃ اور خطبۃ ہے لیکن خطبۃ وعظ کے معنی کے ساتھ خاص ہے۔''

جب کہ دوسری طرف خطاب خصوصی معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ جیسا کہ لسان العرب کے مصنف نے خطب، خطاب پر مفصل بحث کی ہے اور عمومی و خصوصی معانی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

'' الخطبة اسم الکلام، الذی یتکلم به الخطیب۔''[10]

''الخطبۃ کلام کا نام ہے جس کے ذریعے خطیب کلام کرتا ہے۔''

یہ لفظ منگنی، منگنی کرنے والے اور واعظ کے معنوں کے لئے بھی ہے۔

مزید برآں خطاب کو خط سے تشبیہ دی جاتی ہے کیونکہ خط کی طرح اس کا بھی آغاز و اختتام ہوتا ہے۔اس حوالے سے لسان العرب میں ابو اسحٰق کا قول درج ہے کہ:

''والخطبة مثل الرسالة التی لها اول وآخر''[11]

''الخطبۃ رسالہ (خط) کی طرح ہے جس کا ایک آغاز اور انتہا ہوتا ہے۔''

خطاب کے معنی میں دوٹوک اور فیصلہ کن جیسی صفات بھی شامل ہیں جس کا ذکر لسان القرآن ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ:

''خطب: حالت، معاملہ، دریافت طلب بات، اہم بات .خاطب: ایک دوسرے کا باہم بات چیت کرنا۔ بات چیت سے ایک دوسرے کو متوجہ کرنا۔ فصل الخطاب: فیصلہ کن اور دوٹوک بات۔ایسی بات جو فصاحت اور صراحت کے پہلو لئے ہو۔''[12]

خطاب دراصل بنیادی طور پر گفتگو کو کہا جاتا ہے۔ جب کہ وقت کے ساتھ ساتھ یہ خصوصی طور پر ایسا فن بن گیا جو اسلامی تہذیب کی پہچان ہے۔ ہر جمعہ کو دیا جانے والا وعظ بھی خطاب کہلایا جاتا ہے۔

خطاب کی اہمیت:

بات کہنا اگرچہ انسان کے لئے ایک روزمرہ امر ہے۔ لیکن حقیقت یہ بھی ہے کہ اس کو سیکھنے کے لئے انسان نے باقاعدہ تربیتی نصاب مدون کیا ہے۔ کیونکہ اظہار کا فن انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہے۔ اظہار کی اسی ضرورت نے خطاب کی اہمیت کو دوچند کر دیا ہے۔اور انداز اظہار بھی اپنے اندر وسعت کا حامل ہے۔ جس میں الفاظ، کلمات، صوت، اشارات، کنایات وغیرہ اور ان سب کے ذریعے کسی مقصد کی رسائی شامل ہیں۔اس کے ساتھ خطاب کے انسانی نفسیات و شخصیت پر ہونے والے اثرات اس کی اہمیت اور ضرورت کو واضح کرتے ہیں۔ یہی وجہ

ہے کہ خطاب اپنے مخاطب کے لئے یا تو رغبت کا مفہوم لئے ہوتا ہے یا پھر خوف کا عنصر اس میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ خطاب حسین الفاظ کا مرقع ہونے کے ساتھ ساتھ فصاحت و بلاغت اور جوش عبارت سے پر ہو۔ ان امور سے خالی خطاب صرف الفاظ ہو سکتے ہیں، دل موہ لینے والی، دلوں کو گرما دینے والی موثر بات نہیں۔ خطاب کی اہمیت سے کسی دور میں انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس کی اہمیت کو سمیٹتے ہوئے ڈاکٹر محمد حسین کا یہ قول ذکر کیا جاتا ہے کہ:

"کان کلام بلیغ کو زیادہ غور سے سنتے اور زیادہ محفوظ رکھتے ہیں۔ طبع سلیم ہر مستحسن چیز کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے۔ موجودہ دنیا کے لیے رغبت پیدا کرنا اور آئندہ سے خوف دلانا یہ دو امور جو خطیبوں کے اہم مقاصد اور اس کے اہم مطالب میں سے ہیں۔ اگر دلوں کو موہ لینے والے اور سینوں پر اثر کرنے والی عبارتوں میں پیش نہ کیے جائیں تو ان میں نہ کوئی تاثیر ہو گی اور نہ کوئی فائدہ۔"[13]

انسان اور مذہب:

نطق کی صلاحیت عطاء ربی ہے۔ جس سے انسان نہ صرف اپنے جذبات و خیالات کا اظہار کرتا ہے بلکہ وہ دوسرے لوگوں کی بات کو سمجھ بھی سکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی بات اور انسان سے جو مقصود ہے اس کو انبیاء کے ذریعے نازل فرمایا ہے جو دراصل انسان کی زندگی میں مذہب کی اہمیت و ضرورت کو ظاہر کرتا ہے۔ مذہب کوئی انسان کے لئے مافوق الفطری شے نہیں ہے بلکہ ڈاکٹر سید حسین قادری نے مذہب کو انسان کی فطرت میں داخل قرار دیا ہے۔ ان کے مطابق مذہب انسان کی بے چینی کا علاج ہے۔ جس طرح انسان کے لئے غذا و پانی ضروری ہیں، مذہب بھی لازمی ہے۔[14]

مذہب کا انسان سے رشتہ دائمی ولازوال ہے۔ مذہب اچھے اخلاق، روح کی نشوو ارتقاء، سکون قلب اور قوت انقلاب کا حامل ہوتا ہے۔ ایک فرد پر اگر کوئی حکمرانی کر سکتا ہے تو وہ اس کا مذہب ہے۔ آج تک دنیاوی قوانین اتنے پر اثر نہیں رہے جتنا کہ مذہب رہا ہے۔

مذہب کا یوں انسانی کردار کو اس تعلق انسانی نے خود انسان کو مذہب کے چناؤ میں گھوما کر رکھ دیا ہے۔ کبھی وہ عقل اور کبھی وہ حواس سے ادراک کی کوشش میں دربدر کی ٹھوکریں کھاتا رہتا ہے۔ انسان حواس و عقل سے جو علم حاصل کرتا ہے وہ ناقص اور اعتبار کے لائق نہیں ہوتا ہے۔ حواس اشیا کو اپنی صلاحیت کے مطابق ظاہر کرتے ہیں جس کا حقیقت سے تعلق رکھنا لازمی نہیں۔ ان کی تصدیق و تکذیب کا سلسلہ لامتناہی ہو سکتا ہے کیونکہ حواس و عقل کے علم کو جانچنے کے لئے کوئی ایسا آلہ ہونا چاہئے جس سے ان کے ناقص اور غیر یقینی کا علم ہو سکے اور پھر اس آلہ کی جانچ کے لئے اور آلہ ہونا چاہیے[15]

انسان کی اس کوتاہ نظری کو حل کرنے کے لئے فطرت الہٰی نے آغاز سے ہی انبیاء کے ذریعے الہامی کتب کا نزول جاری فرمایا ہے۔ کیونکہ صرف تعلیمات و کتب ایک ہادی کے بناء وہ گھن لگا جسم ہے جو کسی بھی لمحے ڈھیر ہو سکتا ہے۔ انسان میں انقلاب لانے والی قوت صرف الفاظ نہیں بلکہ وہ شخصیات ہیں جو ان تعلیمات کا عملی پیکر ہیں۔ اسی لئے کتاب و انبیاء ساتھ بہ ساتھ آتے رہیں ہیں۔ مولانا مودودیؒ نے اسی امر کی حکمت کو خوبصورت انداز میں تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''فاطر کائنات اپنی مخلوق کی اس فطرت سے واقف تھا،اس لئے اس نے جب نوع بشری کی ہدایت کا ذمہ لیا تو اس کے لئے رسالت اور تنزیل دونوں کا سلسلہ ساتھ ساتھ جاری کیا۔ایک طرف بہترین سیرت رکھنے والے انسانوں کو رہنمائی کے منصب پر مقرر کیا اور دوسری طرف اپنا کلام بھی نازل کیا تاکہ یہ دونوں چیزیں انسانی فطرت کے ان دونوں مطالبوں کو پورا کردیں۔اگر رہنما کتاب کے بغیر آتے، یا کتابیں رہنماؤں کے بغیر آتیں، تو حکمت کا مقصود پورا نہ ہو سکتا۔''[16]

الہامی کتب اور انداز خطاب:

الہامی تنزیل کے اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تعلیمات کو انسان تک پہنچانے کے لئے خصوصی طرز خطاب کو اختیار کیا ہے۔ خالق انسان یقیناً انسان سے بڑھ کر اس کی فطرت و عادت سے واقف ہے کہ انسان کس انداز سے متاثر ہو کر اپنی حیات کو کامیاب حیات ابدی میں بدل سکتاہے۔ چنانچہ جو نمایاں الہامی کتب ہیں، تورات، زبور، انجیل اور قرآن حکیم ان سب میں انسانی خطاب سے کہیں اعلیٰ وارفع خصوصی خطاب کیا گیا ہے۔

یہاں پر ایک اور امر قابل توجہ ہے، جہاں تمام کتب میں مماثل انداز خطاب موجود ہے وہیں ہر کتاب جن حالات وواقعات میں نازل ہوئی ہے ،اسی اعتبار ولحاظ سے تاثیر وانداز خطاب کو بھی اختیار کیا گیا ہے۔ان الہامی کتب میں مجموعی طور پر جو انداز خطاب موجود ہیں وہ درج ذیل ہیں:

تمثیلی انداز خطاب: امثال سے مقصود کو مخاطب کے ذہن میں پیوست کرنا،الہامی کتب کا نمایاں طرز خطاب ہے۔ زبور ہو یا تورات،انجیل ہو یا قرآن حکیم سب میں اس بنیادی انداز خطاب کو اختیار کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کی اس فطری صلاحیت کو مخاطب کیا ہے، جس میں وہ مدعا تک پہنچنے کے لئے حواس سے ادراک رکھتی اشیاء کو بطور تمثیل اختیار کرتا ہے۔ تمام الہامی کتب میں جابجا اس طرز خطاب سے اللہ تعالیٰ نے اپنی بات کو بیان کیا ہے۔ جیسا کہ زبور میں تحریر ہے کہ:

''شریر ایسے نہیں بلکہ وہ بھوسے کی مانند ہیں جسے ہوا اڑا لے جاتی ہے۔''[17]

''کیا ان سب بدکرداروں کو کچھ علم نہیں
جو میرے لوگوں کو ایسے کھا جاتے ہیں جیسے روٹی
اور خداوند کا نام نہیں لیتے؟''[18]

کتاب پیدائش میں حضرت یوسفؑ کا ذکر کرتے ہوئے ان کی شخصیت کو تمثیل کے ساتھ یوں بیان کیا ہے:

''یوسف ایک پھل دار پودا ہے۔
ایسا پھل دار پودا جو پانی کے چشمہ کے پاس لگا ہوا ہو اور اس کی شاخیں دیوار پر پھیل گئی ہوں۔''[19]

قرآن مجید میں تمثیلی انداز خطاب کی مثال درج ذیل ہے:

''مثل ٱلذين ينفقون أموٰلهم فى سبيل ٱلله كمثل حبة أنۢبتت سبع سنابل فى كل سنۢبلةٍ مائة حبةٍ وٱلله يضٰعف لمن يشآء وٱلله

وٰسع علیم''[20]

''جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان (کے مال) کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں اگیں اور ہر ایک بال میں سو سو دانے ہوں اور خدا جس (کے مال) کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے۔ وہ بڑی کشائش والا اور سب کچھ جاننے والا ہے''

قصص وواقعات: دوسرا اہم طرز خطاب قصص و واقعات ہیں۔ انسان کے لئے اس کے اپنے تجربات کے ساتھ دوسرے لوگ جو اسی راستے سے گزر چکے ہوں ان کے واقعات زیادہ نفع بخش ہوتے ہیں۔ ایک کام کو وہ خود کر کے جس قدر وقت کو استعمال کرے گا اور نتیجہ وہی پائے گا۔ جبکہ اس کے کسی اور کا اسی نتیجہ کے حصول کے تحت صرف کیا گیا وقت ،انسان کے لئے زیادہ قابل قدر ہے۔ اسی طرز خطاب کو الہامی کتب میں نمایاں حیثیت دی گئی ہے۔ انسان کے سامنے گزرے انسانوں کے قصص و واقعات کے ذریعے نفع و نقصان کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ جو اہداف کے تعین کے ساتھ مقصود کے حصول میں معاون کردار ادا کرتے ہیں۔ کتاب پیدائش میں حضرت نوحؑ کے قصے کو بیان کرتے ہوئے درج ہے کہ :

''پھر خدا نے نوح کو اور کل جان داروں اور کل چوپایوں کو جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے یاد کیا اور خدا نے زمین پر ایک ہوا چلائی اور پانی رک گیا۔ اور سمندر کے سوتے اور آسمان کے دریچے بند کئے گئے اور آسمان سے جو بارش ہو رہی تھی تھم گئی۔''[21]

قرآن حکیم میں حضرت نوحؑ اور ان کے قوم کے ساتھ مکالمات سورۃ ہود میں موجود ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :

''حتیٰ إذا جاء أمرنا وفار التنور قلنا احمل فیھا من کل زوجین اثنین وأھلك إلا من سبق علیه القول ومن آمن وما آمن معه إلا قلیل''[22]

''یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنور جوش مارنے لگا تو ہم نے نوح کو حکم دیا کہ ہر قسم (کے جانداروں) میں سے جوڑا جوڑا (یعنی) دو (دو جانور۔ ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ) لے لو اور جس شخص کی نسبت حکم ہو چکا ہے (کہ ہلاک ہو جائے گا) اس کو چھوڑ کر اپنے گھر والوں کو جو ایمان لایا ہو اس کو کشتی میں سوار کر لو اور ان کے ساتھ ایمان بہت ہی کم لوگ لائے تھے۔''

مشاہداتی طرز خطاب: انسان اپنے آس پاس کی چیزوں اور کائنات کا مشاہدہ روز کرتا ہے۔ یہی مشاہدہ اسے کائناتی عوامل و نتائج سے روشناس کرواتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہی مشاہدات کو پیش کر کے انسان کو تدبر کی طرف پکارا ہے۔ جیسا کہ متی کی انجیل میں مشاہداتی طرز خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے کہ :

''یا تو درخت کو بھی اچھا کہو اور اس کے پھل کو بھی اچھا یا درخت کو بھی برا کہو اور اس کے پھل
کو بھی برا کیونکہ درخت پھل ہی سے پہچانا جاتا ہے۔''[23]

قرآن حکیم میں مشاہداتی انداز انسان کی پیدائش کے مراحل کو بیان کرنے سے لے کر کائنات کے نظام تک کے اہم شعبہ جات زندگی خطاب کا حصہ ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۃ

''أمن يهديكم في ظلمات البر والبحر ومن يرسل الرياح بشرًا بين يدي رحمته أإله مع الله تعالى الله عما يشركون''[24]

''بھلا کون تم کو جنگل اور دریا کے اندھیروں میں رستہ بتاتا ہے اور (کون) ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے (یہ سب کچھ خدا کرتا ہے) تو کیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ (ہر گز نہیں)۔ یہ لوگ جو شرک کرتے ہیں خدا (کی شان) اس سے بلند ہے۔''

اب ان خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے جو دیگر الہامی کتب میں موجود ہو سکتی ہیں مگر کسی کتاب میں وہ انداز خطاب کافی حصہ پر حاوی ہے۔ اس لئے ہر کتاب کے ذیل میں انداز خطاب کی وہی خاصیت مذکور ہے جس پر وہ محیط ہے۔

توریت کا طرز خطاب اور خصوصیات:

تاریخ شاہد ہے کہ زیادہ تر انبیاء بنی اسرائیل میں مبعوث فرمائے گئے۔ انبیاء کی اس وقت کی تعلیمات من و عن محفوظ ہیں یا نہیں، یہ علیحدہ موضوع بحث ہے البتہ مروجہ عہد عتیق میں ۳۹ کتابیں شامل ہیں لیکن علمائے یہود نے ان کو ۲۴ کتابوں میں شمار کر کے تین سلسلوں میں منسلک کیا ہے۔ سلسلہ اول: تورۃ جس کو قانون بھی کہتے ہیں۔ اس میں پانچ اسفار یعنی کتابیں شامل ہیں۔ تکوین یا پیدائش، خروج، احبار، اعداد، توریت مثنیٰ۔ سلسلہ دوم: نبیم جن میں یوشع، قضاۃ، سموئیل اول و دوم، ملوک اول و دوم، یشعیاہ، یرمیاہ، حزقیل اور بارہ چھوٹے پیغمبر شامل ہیں۔ سلسلہ سوم: کتبیم ان میں زبور، امثال سلیمان، ایوب، دعوت، لوحہ یرمیاہ، واعظ، اسیز، دانیال، عرزا، نحمیاہ، ایام اول و دوم۔[25]

توریت حضرت موسیٰؑ کو کوہ طور پر تختیوں کی صورت میں عطا کی گئی تھی۔ جو آج مروجہ عہد عتیق کا حصہ ہے۔ اس میں جہاں احکام عشرہ کا انداز خطاب موجود ہے وہیں خصوصی خطابات کا بے پایاں سرمایہ اور بیانیہ انداز خطاب کو استعمال کیا گیا ہے۔

خصوصی خطابات: توریت میں اکثر مقامات پر بنی اسرائیل کو خصوصی خطاب سے متوجہ کیا گیا ہے۔ جو کہ اس کتاب کا خاصہ ہے۔ ساتھ اس امر کی نشاندہی بھی کہ اس کی تعلیمات کا اصل خطاب بنی اسرائیل سے ہے۔ اک مقام پر کتاب استثناء میں درج ہے کہ:

''سن اے اسرائیل! خداوند خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے''[26]

بیانیہ انداز خطاب: توریت میں مفصل ابحاث درج ہیں۔ جو نہ صرف واقعات کے ہر جز کو کھول کر بیان کرتا ہے بلکہ اس میں چھپے انداز خطاب کو بھی اجاگر کرتا ہے۔ کتاب خروج میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

''خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ لوگوں کے آگے ہو کر چل اور بنی اسرائیل کے بزرگوں میں سے چند کو اپنے ساتھ لے لے اور جس لاٹھی سے تو نے دریا پر مارا تھا اسے اپنے ہاتھ میں لیتا جا۔''[27]

زبور کا طرز خطاب اور خصوصیات:

زبور حضرت داؤدؑ پر نازل ہوئی ہے اور بائبل کا حصہ ہے۔ اس کے حوالے سے کتاب مقدس میں تعارفی کلمات تحریر کرتے ہوئے طرز خطاب پر جامع انداز میں روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''بائبل مقدس میں ''زبور'' سب سے لمبی کتاب ہے۔ اس میں حمد و ستائش کے گیت، خدا سے مدد مانگنے کی دعائیں اور خدا پر توکل کے اظہار کی

نظمیں شامل ہیں۔ زبور انسان کے ہر ممکنہ احساس کو ظاہر کرتے ہیں مثلاً خوشی، شک اور یقین، دکھ درد اور تسلی، امید اور مایوسی، غصہ اور دلجمعی، جذبہ انتقام اور معاف کرنے پر آمادگی۔ یہ زبور دعا اور ستائش کے نادر نمونے ہیں اور سب کو دعوت دیتے ہیں کہ اپنی زندگیوں کے ایک ایک حصہ میں خدا کو شریک کریں۔"[28]

نظمیہ انداز خطاب: زبور کا خصوصی طرز خطاب نظمیہ انداز ہے۔ نظم کی طرح اس کی آیات میں قافیوں والا حقوں اور ایک ہی آواز پر اختتام کیا گیا ہے۔ جیسا کہ:

"اے خداوند میری باتوں پر کان لگا!

میری آہوں پر توجہ کر!

اے خداوند! تو صبح کو میری آواز سنے گا

میں سویرے ہی تجھ سے دعا کر کے انتظار کروں گا۔"[29]

جذبات واحساسات کا ترجمان: الہامی کتب میں سے سب سے زیادہ اس کتاب میں جذبات واحساسات کی ترجمانی کرتے ہوئے، غم، خوشی، عاجزی وانکساری، غصہ ودیگر جذبات کو الفاظ کا پیرہن دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

"خداوند نے میری راستی کے موافق مجھے جزا دی

اور میرے ہاتھوں کی پاکیزگی کے مطابق مجھے بدلہ دیا۔"[30]

انجیل کا انداز خطاب اور خصوصیات:

انجیل عہد حاضر میں اناجیل اربعہ کہلانی والی چار بنیادی کتابوں کا مجموعہ ہے۔ گو کہ عیسائیوں کے ہر فرقے میں الگ نسخہ انجیل مروج ہے جس کی وجہ سے اس کی تعداد لگ بھگ ۳۴ نسخوں پر ہے۔ جب کہ معروف اناجیل چار ہیں، متی کی انجیل، مرقس کی انجیل، یوحنا کی انجیل اور لوقا کی انجیل۔

خاکہ نگاری: اناجیل اربعہ میں دیگر طرز خطاب کے ساتھ خاکہ نگاری کا عنصر غالب محسوس ہوتا ہے۔ جس میں حضرت **عیسیٰؑ** اور ان کے شاگردوں کے کردار کے خاکوں کو کافی مفصل تحریر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل آیات میں انصاف وعدل کی خاکہ نگاری کرتے ہوئے متی کی انجیل میں ہے کہ:

"دیکھو یہ میرا خادم ہے جسے میں نے چنا۔ میرا پیارا جس سے میرا دل خوش ہے۔

میں اپنی روح اس پر ڈالوں گا اور یہ غیر قوموں کو انصاف کی خبر دے گا۔

یہ نہ جھگڑا کرے گا نہ شور اور نہ بازاروں میں کوئی اس کی آواز سنے گا۔

یہ کچلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑے گا اور دھواں اٹھتے ہوئے سن کو نہ بجھائے گا

جب تک کہ انصاف کی فتح نہ کرائے۔"[31]

خطاب وعظ و نصیحت: دوسری خصوصیت خطاب جس پر عمومی کتب اناجیل مبنی ہیں وہ وعظ و نصیحت ہے۔ وعظ و نصیحت وہ طرز خطاب ہے جو داعی و نبی کا اہم ہتھیار ہوتا ہے۔ جس کے ذریعے اقوام راہ ہدایت پر گام زن ہوتی ہیں۔ یہی طرز خطاب قوموں میں قلب سوزی و رقت کے جذبات کو ابھارتا ہے۔ لوقا کی انجیل میں وعظ و نصیحت کا خطاب ہے کہ:

"اس نے اس سے کہا توریت میں کیا لکھا ہے؟ تو کس طرح پڑھتا ہے؟

اس نے جواب میں کہا کہ خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی

ساری طاقت اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ اور اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔"[32]

قرآن حکیم اور آداب خطاب:

قرآن حکیم تمام الہامی کتب کی خاتم کتاب ہونے کی وجہ سے نہ صرف ان تمام طرز خطابات کا مجموعہ ہے بلکہ انفرادیت میں کاملیت کا درجہ رکھتی ہے۔ اس میں نہ صرف طرز تخاطب منفرد اور جامع موجود ہے بلکہ خود لفظ خطاب کو عمومی معنی یعنی گفتگو کے لئے استعمال کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

قال فما خطبك يا سامري [33]

"پھر (سامری سے) کہنے لگے کہ سامری تیرا کیا حال ہے؟"

بلکہ قرآن حکیم نے خطب کو عمومی بات چیت کے معنی میں مذکور کرنے کے ساتھ تقریر اور فصاحت کے خصوصی معنی میں بھی استعمال فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت داؤدؑ کی خطابت کی خصوصیت کو بیان کرتے ہوئے ایسے انداز بیان کا ذکر کیا ہے جس میں حکمت کا پہلو موجود ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وشددنا ملكه وآتيناه الحكمة وفصل الخطاب[34]

"اور ہم نے ان کی بادشاہی کو مستحکم کیا اور ان کو حکمت عطا کی اور (خصومت کی) بات کا فیصلہ (سکھایا)"

گویا بات اور اس کا حکمت سے استعمال کرنا بھی فن ہے اور ایسا آلہ بھی جو مخاطبین کو دعوت کے میدان میں قائل کرنے کا سبب بنتا ہے۔ چنانچہ صاحب لسان القرآن نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے بخوبی واضح کیا ہے۔ آپ رقم طراز ہیں کہ:

"حضرت داؤد کے بارے میں ہے کہ جہاں ہم نے ان کو فلسطین کی بہت بڑی سلطنت عطا کی، وہاں ان کو حکمت و دانش کی فروانیوں سے بھی نوازا، وہاں ایسا انداز گفتگو بھی بخشا جو جچا تلا، دوٹوک اور فصاحت و اثر اندازی کی خوبیوں سے مالا مال تھا۔ بحیثیت حاکم اور پیغمبر کے ان کی یہ خصوصیت تھی کہ نہ صرف یہ زیر بحث معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتے، بلکہ اس کو ایسے دل پذیر اسلوب سے بیان کرتے جس سے فریقین کی تسکین ہو جاتی۔"[35]

عمومی و خصوصی انداز خطاب کے ساتھ قرآن حکیم نے خطاب کرنے کے آداب بھی انسان کو سکھائے ہیں۔اس کا اہتمام قرآن حکیم میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ان میں حسن کلام اور حسن آواز شامل ہیں۔

حسن کلام: الفاظ کی سادگی،اس کا احسن انداز ہی انسان کی طبیعت کو مزید مخاطب کے سننے کی طرف مائل کرتا ہے۔قرآن حکیم جہاں خود انداز خطاب میں حسن لئے ہوئے ہے وہیں اپنے بندوں کو بھی اس کی تلقین فرماتا ہے۔جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

وقل لعبادي يقولوا التي هي أحسن إن الشيطان ينزغ بينهم إن الشيطان كان للإنسان عدوا مبينًا [36]

''اور میرے بندوں سے کہہ دو کہ (لوگوں سے) ایسی باتیں کہا کریں جو بہت پسندیدہ ہوں۔کیونکہ شیطان (بری باتوں سے) ان میں فساد ڈلوا دیتا ہے۔کچھ شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔''

حسن آواز: کلمات کے چناؤ کی اہمیت کے ساتھ گفتگو میں آواز کا بلند و پست ہونا،آواز کی خوبصورتی،لہجہ کی ادائیگی بھی انسان کی نفسیات پر اثر انداز ہوتی ہے۔جس قدر آواز بلند،انداز برا اور خوبصورتی سے یکسر عاری ہوگا انسان پر اسی قدر گراں گزرتا ہے۔اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحت کے الفاظ میں بلند و بدترین آواز گدھے کی آواز کو قرار دیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واغضض من صوتك إن أنكر الأصوات لصوت الحمير [37]

''اور (بولتے وقت) آواز نیچی رکھنا کیونکہ (اونچی آواز گدھوں کی ہے اور کچھ شک نہیں کہ) سب آوازوں سے بری آواز گدھوں کی ہے۔''

قرآن حکیم کا طرز تخاطب اور خصوصیات:

قرآن حکیم میں خطاب کو اس قدر وسعت انداز سے استعمال کیا گیا ہے کہ نہ صرف طرز تخاطب میں نکھار پیدا ہوتا ہے بلکہ اس کی بنیاد پر انواع خطاب بھی وجود میں آئی ہیں۔جن میں سے اہم درج ذیل ہیں۔

منطقی خطاب:

منطقی خطاب میں ایک انداز ایسا ہے جس میں مخاطب کے دعوی کو نفی میں رد کیا جاتا ہے۔قرآن حکیم میں اس اسلوب بیان کو بے شمار مقامات پر اختیار کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

''لو كان فيهما آلهة إلا الله لفسدتا'' [38]

اگر آسمان اور زمین میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان درہم برہم ہو جاتے۔

خطاب کا وہ انداز جس میں مخاطب کے تمام احتمالات کو جاننے کے بعد ان کی غیر موجودگی پر خطاب ہی رد کر دیا جائے۔منطقی دلائل کے اس انداز کو قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے کہ:

''ومن الإبل اثنين ومن البقر اثنين قل آلذكرين حرم أم الأنثيين أما اشتملت عليه أرحام الأنثيين أم كنتم شهداء إذ وصاكم الله بهٰذا'' [39]

''اور دو(دو)اونٹوں میں سے اور دو(دو) گایوں میں سے (ان کے بارے میں بھی ان سے) پوچھو کہ (خدا نے) دونوں (کے) نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں (کی) مادنیوں کو یا جو بچہ مادنیوں کے پیٹ میں لپٹ رہا ہو اس کو بھلا جس وقت خدا نے تم کو اس کا حکم دیا تھا تم اس وقت موجود تھے؟''

اللہ تعالیٰ نے انسان کی نظریات سے متعلق بہت سی توجیہات پر مدلل اور منطقی انداز خطاب اختیار کیا ہے۔ جیسا کہ انسان کا ہدایت کے لئے فرشتوں کو بھیجنے کا سوال تھا اس پر اللہ تعالیٰ خطاب فرماتے ہیں کہ:

''ولو جعلناه ملكًا لجعلناه رجلًا ''[40]

''نیز اگر ہم کسی فرشتہ کو بھیجتے تو اسے مرد کی صورت میں بھیجتے۔''

انداز خطاب میں سے منفرد اور دلچسپ خطاب کہ جس میں مخالف کے خطاب کا جواب دینے کے بجائے اس سے الگ جواب دے دیا جاتا ہے۔ یعنی خطاب کو دوسرے خطاب سے بدل دینا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے نمرود کے ساتھ مکالمہ میں اس انداز کو اختیار کیا اور یہ انداز قرآن حکیم میں ہمیشہ کے لئے سمو دیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

''إذ قال إبراهيم ربي الذي يحيي ويميت قال أنا أحيي وأميت قال إبراهيم فإن الله يأتي بالشمس من المشرق فأت بها من المغرب''[41]

''جب ابراہیم نے کہا میرا پروردگار تو وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے۔ وہ بولا کہ جلا اور مار تو میں بھی سکتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا کہ خدا تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے آپ اسے مغرب سے نکال دیجیئے۔''

قرآن حکیم کے اس اسلوب خطاب میں انسانی فطرت کے انداز کے مطابق ایک طرز تخاطب سے دوسرے انداز خطاب کو اختیار کیا گیا ہے۔ یہ طرز خطاب صرف اور صرف انبیاء کے توسط سے انسانوں تک پہنچایا گیا ہے۔ سید قطب اس حوالے سے رقم طراز ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے جس قدر انبیاء مبعوث فرمائے ہیں انہوں نے ہمیشہ انسانی فطرت کو مخاطب کیا ہے۔ چاہے فطرت انسانی اپنی علمی اور عقلی ترقی کے تاریخ مراحل میں سے جس مرحلے میں بھی ہو اور فطرت انسانی نے اجتماعی لحاظ سے ترقی کے جو مدارج بھی طے کئے ہوں انبیاء نے فطرت انسانی کا ہاتھ پکڑا ہے۔ اور اسے ترقی کے اگلے مدارج تک پہنچایا ہے۔''[42]

عمومی خطاب: خطابات میں جہاں خصوصی القابات سے پکارا جاتا ہے جیسا کہ تورات کی خصوصی صفت ہے۔ قرآن حکیم نے خصوصیت کے ساتھ عمومیت کو فروغ دیا ہے۔ جس میں عام انسانوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ یہ تخاطب فصاحت وبلاغت کی ایک قسم التفات کو جنم دیتا ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو خطاب فرمایا ان کو جاننا اور ساتھ ہی اس کی حکمتوں کو جاننا۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی اس ضمن میں رقم طراز ہیں کہ:

''قرآن کی حیثیت ایک آسمانی بلکہ کائناتی خطیب کی ہے جو پوری انسانیت سے بیک وقت مخاطب ہے، اس کا خطاب بیک وقت روئے زمین کے

تمام انسانوں سے ہے۔ کبھی اس کے مخاطب اہل ایمان ہوتے ہیں، اور کبھی اہل کفر۔ کبھی اس کا روئے سخن مخلصین کی طرف ہوتا ہے تو کبھی منافقین کی طرف۔ اس حالات میں خطاب کا انداز اور صیغہ بار بار بدلتا رہتا ہے۔ اس پیہم تبدیلی کو التفات کی اصطلاح سے یاد کیا جاتا ہے۔"[43]

قرآن حکیم میں عمومی الفاظ کے ساتھ عمومی خطاب کے پیرائے میں گفتگو کی گئی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :

''یا أیها الناس اتقوا ربکم الذي خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالًا کثیرًا ونساءً واتقوا الله الذي تساءلون به والأرحامإن الله کان علیکم رقیبًا''[44]

''لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اول) اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے۔ اور خدا سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت برآری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو اور (قطع مودت) ارحام سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔''

منفرد و جامع طرز تخاطب قرآن جہاں اس کتاب الہیٰ کا معجزہ ہے وہیں انسانوں کو خطاب کے فن کا منفرد و یکتا اسلوب دینے کا ماخذ ہے۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کے نزول کے بعد ہی طرز خطاب میں بیش قدر ترقی ہوئی ہے۔ جو صرف و صرف قرآن حکیم کے مرہون منت ہے۔ قرآن حکیم نے تمام انسانیت کو انداز خطاب کا وہ اسلوب فراہم کیا ہے جو اس کی روزمرہ زندگی میں کار آمد ہے۔ انسان کو گفتار کا سلیقہ قرآن نے ہی سکھایا ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی انسان کے ساتھ انسیت اور لگاؤ کا احساس ہر فرد کو رہتا ہے۔ قرآن حکیم اپنے اسی انداز کی بدولت تمام کتب کا خاتم اور کامل الہامی کتاب ہے۔

تجزیاتی و تقابلی مطالعہ :

الہامی کتب میں انداز خطاب کے تجزیہ و تقابل سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں :

1. خطاب جہاں انسانی زندگی سے وابستہ اک فن ہے وہیں کلام الہیٰ میں پنہاں ان موتیوں کی مالا جس میں انسان کو انواع و اقسام سے مخاطب کیا جاتا ہے۔
2. خطاب کے معنی و مفہوم کے لحاظ سے بات ہو یا خصوصی خطبہ کے اعتبار سے، الہامی کتب میں دونوں کا استعمال نہایت فصیح انداز میں کیا گیا ہے۔
3. تورات میں بنی اسرائیل کو خاص طور پر مخاطب کیا گیا ہے جبکہ انجیل و زبور میں شخصی انداز تخاطب نمایاں ہے۔
4. تورات میں بیانیہ انداز خطاب حاوی محسوس ہوتا ہے، جو کہ انجیل کے انداز خطاب میں بھی اکثر مقامات پر موجود ہے۔
5. زبور میں نظم کا اور جذباتی انداز خطاب غالب ہے جبکہ تورات و انجیل میں اس کی امثال کم ہیں۔
6. انجیل میں خطاب کا انداز خاکہ کشی اور وعظ پر مبنی ہے جبکہ زبور و تورات میں اس کی امثال شاذ و نادر ہیں۔
7. انداز خطاب میں امثال، مشاہدہ اور قصص کا استعمال تمام الہامی کتب میں موجود ہے۔ جو اس امر کا غماز ہے کہ انسانی نفسیات ان کی طرف

نہ صرف مائل ہوتی ہے بلکہ متاثر ہو کر اپنی فکر کے رخ کا تعین کرتی ہے۔

8. قرآن مجید میں گذشتہ تمام انداز خطابات کو شامل کیا ہے چاہے وہ امثال ہو یا بیانیہ، قصص ہو یا مشاہدہ۔

9. قرآن مجید میں اپنے انداز تخاطب کے اظہار کے ساتھ انسان کو اپنی زندگی میں اختیار کرنے کے لئے طرز خطاب کی تعلیم دی گئی ہے۔ جو گذشتہ کتب میں ناپید ہے۔

10. قرآن مجید میں منطقی طرز خطاب کو اپنایا گیا ہے جو عہد حاضر کی ضرورت ہے۔ گویا کہ قرآن حکیم ہر عہد کے اعتبار سے انداز خطاب کو سموئے ہوئے ہیں۔ جب کی خصوصیت و انداز خطاب گذشتہ الہامی کتب میں موجود نہیں ہے۔

11. قرآن مجید میں مخاطب کرتے وقت عمومیت کے القاب سے پکارا ہے۔ جس سے رہتی دنیا تک تمام انسانیت کو اپنی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے۔

نتائج و سفارشات:

درج بالا تحقیق سے جو نتائج و سفارشات اخذ کئے گئے وہ درج ذیل ہیں:

- اللہ تعالیٰ نے انسان کی رہنمائی کے لئے تعلیمات کا وہ انداز اختیار کیا جو وہ اپنی روزمرہ خصوصی گفتگو میں استعال کر سکے۔
- اللہ تعالیٰ کا اختیار کردہ انداز خطاب جہاں انسان کی اپنی رہنمائی کا سبب ہے وہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا بیان ہے۔
- انسان اللہ تعالیٰ کے اختیار کردہ انداز خطاب کو مکمل اختیار کرنے سے قاصر ہے لیکن اس کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے یہ خطابات مشعل راہ ہیں۔
- تمثیلی انداز خطاب، قصص و واقعات اور مشاہداتی انداز خطاب کی امثال تمام الہامی کتب میں شامل ہیں جو اس امر کی غماز ہیں کہ انسان کے لئے ہر دور میں سمجھنے و علم کو ذہن و قلب میں پیوست کرنے کے لئے یہ انداز خطاب موثر ترین ہے۔
- قرآن مجید خاتم الکتب اور تاقیامت رہنے والی کتاب کی وجہ سے نہ صرف گذشتہ انداز خطاب پر محیط ہے بلکہ اس کا اپنا انداز خطاب دیگر کتب میں اسے ممتاز کرتا ہے۔
- طرز خطاب کا فہم حاصل کر کے ہم معاشرے میں بہت سی برائیاں جو زبان و بیان سے جنم لیتی ہیں ان پر قابو پا سکتے ہیں مثلاً: تحقیر، چاپلوسی، دل آزاری وغیرہ
- الہامی کتب کے درمیان طرز خطاب مابین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینے کا سبب بن سکتا ہے۔
- طرز خطاب کے مابین تقابل مثال ہے آنے والے محققین کے لئے کہ وہ اس کی طرح نفس مضمون و دیگر موضوعات پر تحقیقی کام کر سکتے ہیں۔
- عہد حاضر میں PUBLIC SPEAKING اور COMMUNICATION SKILLS جیسے موضوعات پر ورکشاپ و لیکچرز کا

انعقاد کیا جاتا ہے قرآن مجید کا انداز خطاب ان دونوں عنوانات میں شامل کر کے ان کی افادیت کو بڑھایا جا سکتا ہے۔

- قرآن مجید میں بیان کردہ طرز خطاب ہر طبقہ انسان کے لئے رہنمائی کا حامل ہے خصوصی طور پر اساتذہ اگر اپنے طرز گفتگو و خطاب کو موثر بنانا چاہتے ہیں تو اس تحریر سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔

Bibliography

1. Al Asfahani, Husaain bin Muhammad Raghib. *Al Mufridaat fi Ghareeb al Quran.* Karachi. Karkhana Tijarat Kutub
2. Al Sãyuti,Imam Abdul Rehman. *Al Itqan Fi Uloom ul Quran.* Lahore. Maktaba al Ilam. n.d.
3. Al Zarkashi, Imam Muhammad bin Abdullah. *Al Burhan fi Uloom ul Quran.* Egypt. Mustafa Albabi Alhalbi. 1951.
4. Claus Westermann. *Basic forms of Prophetic Speech*. London. Lutterworth Press. 1967
5. Dr. Muhammad Hassan Peer. *Bulugh ul Arab.* Lahore. Urdu Science Board. 2001
6. Dr. Nojba Ghulam Nabi. *Al Khitaab fil Quran Al Karim*. Fikar wa Ibdaa Abhaas Ilmiya Jamiya Mutkhaasasa Muhkammah, Maktbah Borasah lil Nashr wa al Tawzeeh. V 2437/2014, Issue No.3: https://www.researchgate.net/publication/309463222_alkhtab_fy_alqran_alkrym
7. Dr. Syed Husain Qadri. *Imam Ghazali ka Falsafah Mazhab wa Ikhlaq.* Dehli. Koh Noor Printing Press. 1961
8. Ibn e Manzoor Africi. *Lisaan ul Arab.* Cairo. Darul Marif. n.d)
9. Louis Maloof. *Al Munjid*. Karachi. Karkhana Tijaraat kutub. 1961
10. Maududi, Abul Alla. *Islami Tahzeeb awr Us k Usool o Mabadi.* Islami Publications Limited. 1992
11. Nadwi, Maulana Muhammad Hanif. *Lisan ul Quran.* Lahore. Idarah Saqafat Islamiya, 1983
12. Syed Qutub Shaheed. *Al Tasveer al Fani fil Quran.* Egypt. Daral Marif. 1949
13. Syed Abul Hassan Ali Nadwi. *Mazhab wa Tamadun.* Karachi. Majlis e Nashriyat e Islam. n.d
14. Syed Qutub Shaheed. *Tafseer fi Zilal il Quran.* Lahore. Idarah Manshoraat e Islami. n.d
15. Dr. Mahmood Ahmed Ghazi. *Muhazarat e Qurani.* Lahore. Al-Faisal Nashraan. 2009
16. Riyadh T. K. Al-Ameedi1 & Sadiq M. K. Al Shamiri. *Biblical Evaluative Discourse of Speech and Thought Presentation*. International Journal of English Linguistics. Vol. 8. Issue No. 3. 2018
17. Kitab e Muqadas. Lahore, Pakistan Bible Society, 2010
18. The Holy Scriptures. Philadelphia, The Jewish Publication Society of America, 1917. https://jps.org/wp-content/uploads/2015/10/Tanakh1917.pdf

حوالہ جات

---

1 جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، (لاہور، مکتبۃ العلم، س۔ن)، ج ۲، ص ۱۰۴

Imam Abdul Rehman al Sãyuti, Al Itqan Fi Uloom ul Quran, (Lahore, Maktaba al Ilam, n.d), V2, pg.no. 104

2 امام عبدالرحمن السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، (مصر، مصطفی البابی الحلبی، ۱۹۵۱ء)

Imam Abdul Rehman Al Suyuti, Al-Itqan Fi uloom al-Quran, (Egypt, Mustafa Albabi Alhalbi, 1951)

3 امام محمد بن عبداللہ الزرکشی، البرھان فی علوم القرآن، (مصر، البابی الحلبی، ۱۹۵۸ء)

Imam Muhammad bin Abdullah Al Zarkashi, Al Burhan fi Uloom ul Quran, (Egypt, Mustafa Albabi Alhalbi, 1951)

4 سید قطب شہید، التصویر الفنی فی القرآن، (مصر، دار المعارف، ۱۹۴۹ء)

Syed Qutub Shaheed, Al Tasveer al Fani fil Quran, (Egypt, Daral Marif, 1949)

5ڈاکٹر نجبہ غلام نبی، الخطاب فی القرآن الکریم، فکر وابداع ابحاث علمیۃ جامعیۃ متخصصہ محکمۃ، مکتبۃ بورصۃ الکتب للنشر والتوزیع، رقم الایداع ۲۴۳۷/۲۰۱۴ء، شمارہ نمبر ۳۷، ص ۳۶۹-۴۱۸

Dr. Nojba Ghulam Nabi, al Khitaab fil Quran Al Karim, Fikar wa Ibdaa Abhaas Ilmiya Jamiya Mutkhaasasa Muhkammah, Maktbah Borasah lil Nashr wa al Tawzeeh, V 2437/2014, Issue NO.37, PG, NO. 418-369
https://www.researchgate.net/publication/309463222_alkhtab_fy_alqran_alkrym
6 Claus Westermann, Basic forms of Prophetic Speech, (London, Lutterworth Press, 1967)
7Riyadh T. K. Al-Ameedi1 & Sadiq M. K. Al Shamiri, Biblical Evaluative Discourse of Speech and Thought Presentation, International Journal of English Linguistics; Vol. 8, No. 3; 2018, pg.no. 223-238

8ملویس معلوف، المنجد، (کراچی، کارخانہ تجارت کتب، ۱۹۶۱ء)، ص ۲۸۲

Louis Maloof, Al Munjid, (Karachi, Karkhana Tijaraat kutub, 1961), pg.no. 282

9حسین بن محمد راغب الاصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، (کراچی، کارخانہ تجارت کتب، ۱۹۶۱ء)، ص ۱۵۰

Husaain bin Muhammad Raghib Al Asfahani, Al Mufridaat fi Ghareeb al Quran, (Karachi, Karkhana Tijarat Kutub, 1961), pg.no. 150

10 ابن منظور افریقی، لسان العرب، (القاہرۃ، دار المعارف، س،ن)، ج ۲، ص ۱۱۹۴

Ibn e Manzoor Africi, Lisaan ul Arab, (Cairo, Darul Marif, n.d), Volume 2, Pg.no. 1194

11ابن منظور، لسان العرب، ج ۲، ص ۱۱۹۵

Ibn e Manzoor, Lisan ul Arab, Pg.no. 1195

12مولانا محمد حنیف ندوی، لسان القرآن، (لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۳ء)، ج ۲، ص ۲۶۲

Maulana Muhammad Hanif Nadwi, Lisan ul Quran, (Lahore, Idarah Saqafat Islamiya, 1983), Volume, 2, Pg.no. 262

13ڈاکٹر محمد حسن پیر، بلوغ الارب، (لاہور، اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۱ء)، ج ۴، ص ۱۳۶تا ۱۳۷

Dr. Muhammad Hassan Peer, Bulugh ul Arab, (Lahore, Urdu Science Board, 2001), Pg. no. 136-137

14ڈاکٹر سید حسین قادری، امام غزالی کا فلسفہ مذہب واخلاق، (دہلی، کوہ نور پرنٹنگ پریس، ۱۹۶۱ء)، ص ۱۷۷

Dr. Syed Husain Qadri, Imam Ghazali ka Falsafah Mazhab wa Ikhlaq, (Dehli, Koh Noor Printing Press, 1961), Pg.no. 177

15سید ابوالحسن علی ندوی، مذہب وتمدن، (کراچی، مجلس نشریات اسلام، س۔ن)، ص ۱۰، ۱۱

Syed Abul Hassan Ali Nadwi, Mazhab wa Tamadun, (Karachi, Majlis e Nashriyat e Islam, n.d), Pg.no. 10-11

16ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، (اسلامی پبلیکیشنز، لمیٹڈ، ۱۹۹۲ء)، ص ۲۱۸-۲۱۹

Abul Alla Maududi, Islami Tahzeeb awr Us k Usool o Mabadi, (Islami Publications Limited, 1992), pg.no. 218-219

17زبور، باب ۱، آیت ۴

Psalms 1:4

18زبور، باب ۱۴، آیت ۴

Psalms 14:4

19کتاب پیدائش، باب ۴۹، آیت ۲۲

Genesis 49:22

[20]القرآن: ۲:۲٦۱

Al-Qur'ān 2:261

[21]کتاب پیدائش، باب ۸، آیت ۱، ۲

Genesis 8:1-2

[22]القرآن: ۱۱: ۴۰

Al-Qur'ān 11:40

[23]متی کی انجیل، باب ۱۲، آیت ۳۳

Mathew 12:33

[24]القرآن: ۲۷: ٦۳

Al-Qur'ān 27:63
[25]The Holy Scriptures, (Philadelphia, The Jewish Publication Society of America, 1917), Pg. no. v,vii: https://jps.org/wp-content/uploads/2015/10/Tanakh1917.pdf

[26]کتاب استثناء، باب ٦، آیت ۴

Deuteronomy 6:4

[27]کتاب خروج، باب ۱۷، آیت ۵

Exodus 17:5

[28](مقدمہ) کتاب مقدس، (لاہور، پاکستان بائبل سوسائٹی، ۲۰۱۰ء)، ص ۹۷۴

Kitab e Muqadas, (Lahore, Pakistan Bible Society, 2010),pg.no. 974

[29]زبور، باب ۵، آیت ۳، ۱

Psalm 5:1,3

[30]زبور، باب ۱۸، آیت ۲۰

Psalm 18:20

[31]متی کی انجیل، باب ۱۲، آیات ۱۸-۲۰

Mathew 12:18-20

[32]لوقا کی انجیل، باب ۱۰، آیات ۲٦-۲۷

Luke 10:26-27

[33]القرآن: ۲۰: ۹۵

Al-Qur'ān 20:95

[34]القرآن: ۳۸: ۲۰

Al-Qur'ān 38:20

[35]مولانا محمد حنیف ندوی، لسان القرآن، ج ۲، ص ٦۲۸، محولہ بالا

Maulana Muhammad Hanif Nadwi, Lisan ul Quran, V 2, Pg. no. 628

[36]القرآن ۱۷: ۵۳

Al-Qur'ān 17:53

[37]القرآن: ۳۱: ۱۹

Al-Qur'ān 31:19

38القرآن:۲۱:۲۲

Al-Qur'ān 21:22

39القرآن:۶:۱۴۴

Al-Qur'ān 6:144

40القرآن:۶:۹

Al-Qur'ān 6:9

41القرآن:۲:۲۵۸

Al-Qur'ān 2:258

42سید قطب شہید، تفسیر فی ظلال القرآن،(لاہور،ادارہ منشورات اسلامی، س۔ن)،ج ا،ص ۴۵۰،مترجم سید معروف شاہ شیرازی

Syed Qutub Shaheed, Tafseer fi Zilal il Quran, (Lahore, Idarah Manshoraat e Islami, n.d), V1, Pg.no. 450, Translated by Syed Maroof Shah Sherazi

43ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات قرآنی،(لاہور،الفیصل ناشران،۲۰۰۹ء)،ص ۳۳۳

Dr. Mahmood Ahmed Ghazi, Muhazarat e Qurani, (Lahore, Al-Faisal Nashraan, 2009), Pg. no. 333

44القرآن:۴:۱

Al-Qur'ān 4:1